دل کی بات

صبیح ہمدانی

شیعہ سنی فسادات......تاریخی پس منظر اور حل

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اہلِ اسلام نئے اسلامی سال کے آغاز پر قسم قسم کے خدشات وخطرات میں گرفتار تھے۔ بلکہ اس بار خطروں کی سنگینی وشدّت پہلے برسوں سے کہیں بڑھ کر تھی۔ وہ حضرات جنھوں نے ۸۰ کی دہائی کے اواخر اور ۹۰ کے ابتدائی حالات کو دیکھ رکھا تھا، کافی دنوں سے مومنینِ اہلِ سنّت کو متنبّہ کر رہے تھے کہ اس بار بھی حالات وواقعات کی رفتار ولایتِ فقیہ کی بالجبر برآمد کی ابتدائی کوششوں سے مماثل ہے۔ آخر وہی ہوا جو اہلِ فراست کو نظر آ رہا تھا۔ ۱۵ نومبر ۲۰۱۳ء مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ کو راولپنڈی کے مدرسہ تعلیم القرآن پر مسلّح ماتمی جلوس کی مجرمانہ چڑھائی اور اُس کے بعد سربریت ودرندگی کے واقعے نے اُمّت کے دلوں کو زخمی کر دیا۔ ہر صاحبِ فکر آدمی اُمّت اسلامیہ کے اس قضیے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

فوری طور پر سرکاری حکام اور ذرائع ابلاغ کے ردِعمل نے بہت سے سوالات کھڑے کیے۔ شہداء کی اصل تعداد کو چھپانا، مجرمانہ حملے کی منظّم اور باقاعدہ کارروائی کو ''دو گروہوں کا جھگڑا'' قرار دینا، کرفیو اور اطلاعات کے بلیک آؤٹ کے ذریعے امّت کو مظلومین کی تعزیت سے بھی محروم کرنا، ورثائے شہداء کو حراست میں رکھنا حتیٰ کہ غیر روایتی ذرائعِ اطلاع (سوشل میڈیا) پر مظلومین کا تذکرہ کرنے والوں کو دھمکانا اور اس جیسے دیگر اقدامات سے اُن معصوم لوگوں کو بھی کسی قدر اضطراب ہوا جو ابھی تک جمہوری ریاست کے استبدادی نظام سے خوش امید تھے اور نعروں، احتجاجوں اور مذمتی قراردادوں کے ذریعے سے اسلامی مقاصد حاصل ہو سکنے کی غلط فہمیوں میں مبتلا تھے۔ گویا یہ حقیقت کُھل کر سامنے آ گئی کہ جمہوری نظامِ جبر واستبداد عامۃ المسلمین کے جان ومال وآبرو کی حفاظت کرنے میں بالکل ناکام ہے اور میڈیا کے کارندے حق وباطل کے معرکے میں ہمیشہ باطل کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

میڈیائی جہلِ مرکب میں مبتلا دو پایہ جانداروں کے ریوڑ نے اس موقع پر حسبِ عادات ومفادات امّت کے اذہان کو بہکانے اور انتشار وپراگندگی سے آلودہ کرنے کی اپنی مکروہ روش کو نبھائے رکھا۔ اور نان ایشوز کو ایشوز بنا کر دکھانے اور اُن کا ہوّا عوام کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش میں لگے رہے۔ مثلاً کہا گیا کہ شیعہ سنی دونوں فرقوں کو ایک ہو جانا چاہیے اور دراصل شیعہ سنی ایک ہی ہیں، بس چند غیر ملکی سازشیں اور نادیدہ ہاتھ اور الا بلا اور اود بلاؤ اور وغیرہ وغیرہ دونوں میں افتراق پیدا کر رہے ہیں۔ لاریب اس طرح کی بات وہی شخص کر سکتا ہے جو شیعہ سنی اختلافات کی نوعیت سے اصلاً لاعلم وناواقف ہو۔ (یعنی میڈیا کا ''اینکر''، ہو، کہ ان روزوں ''جہالت شرطِ اول ہے صحافت کے قرینوں میں'')۔

اہلِ اسلام اور اہلِ تشیّع کے مابین اختلافات سطحی اور معمولی نہیں بلکہ عمیق اور بنیادی نوعیّت کے ہیں۔ لیکن

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ۱۴۰۰ برس سے امت ان اختلافات کے ساتھ پر امن طریقے سے گزران کرتی رہی۔ تاریخ کے اس سفر میں روافض کے مختلف افراد اور گروہوں کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو متعدد مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس طویل عرصے میں کبھی ''شیعہ سنی فسادات'' نام کی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ جس کی اکلوتی وجہ یہ تھی کہ اُمّت خلافت کی نعمت سے فیض یاب تھی اور جمہوریت کے شر سے محفوظ۔ چنانچہ شیعہ سنی کو ایک کرنے کی لایعنی اور بے نتیجہ کوششوں پر زور دینے کی بجائے اس چیز کو حاصل کرنے کی محنت کرنی چاہیے جس کا حاصل کرنا ممکن ہو۔ یعنی تشیع و تسنن کی پر امن بقائے باہمی (Peaceful Co-Existence) جس کا حصول ایک بار پہلے بھی چشمِ فلک دیکھ چکی ہے۔

اہلِ تشیع و اہلِ سنت والجماعت کے درمیان معاشرتی سطح پر ان خونی تصادموں کا تاریخی سراغ ہمیں ایرانی ولایتِ فقیہ کے قیام سے پہلے نہیں ملتا۔ یادش بخیر ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہم ولایتِ فقیہ کے متجددانہ عقیدے سے واقف نہیں تھے۔ بلکہ ہمارا تو کیا ذکر خود شیعہ حضرات کے لیے بھی یہ ایک نیا عقیدہ ہے۔ انقلاب خمینی سے پہلے کا تشیّع تقیّہ کے محور پر گھومتا تھا۔ اصولِ کافی (اثنا عشری مذہب کی معتبر ترین کتاب) کی روایت کے مطابق امامِ منتظر کی آمد سے پہلے جو بھی علَم (برائے جہاد و انتقام) بلند کیا جائے اس کا تھامنے والا طاغوت ہے کہ اللہ کے ماسوا اس کی بندگی کی جاتی ہے (الکافی: ۸/۲۹۵)۔ اسی معنی میں مسٹر خمینی اہلِ اسلام کے محسن ہیں کہ انھوں نے رفض و تشیّع سے تقیہ کے اس پردے کو اتار کر ہمیں اصلی چہرہ دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ ان کے لائے ہوئے انقلاب کے فوراً بعد وہ جوہری تبدیلی واقع ہوئی جسے اُن کے الفاظ میں ''مستضعفینِ جہاں کا مستکبرینِ جہاں کے خلاف قیام'' کہا جاتا ہے۔

الفاظ کا شکوہ ایسی ساحرانہ شے ہے کہ امّت ایک عرصہ ان الفاظ کی دلکشی میں مبتلا رہی۔ پھر اس خوبصورت جملے کے مفاہیم و معانی رفتہ رفتہ آشکار ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ آج انقلاب ۱۹۷۹ء کے سٹنٹ ڈائریکٹرز بھی جان چکے ہیں کہ خوبصورت الفاظ اور بلند آہنگ نعروں کے زور پر چلنے والا اُن کا پراجیکٹ امت کو مزید نہیں بہلا سکتا۔ چنانچہ وہ انقلاب جسے فرانس میں ڈیزائن کیا گیا تھا طواغیتِ زمانہ کے مشہور مرکز ''جنیوا'' میں کھلے عام اس سے معاملات طے کر لیے گئے۔ بلاشبہ یہ اولوالابصار کے لیے ایک واضح نشانی ہے کہ وہ کفر کے حلیفوں اور حریفوں کو پہچانیں اور اپنے قیام کی صف کا تعین کر لیں۔

ہمارے خیال میں عالمی انقلاب پروموٹرز لمیٹڈ کو اس عمل پر مجبور کرنے میں سب سے زیادہ کردار شام کی پاک سرزمین کے مقدس جہادی عمل کا ہے جس نے بشار الاسد، حزب اللہ، ایران اور روس کی متحدہ افواج کو میدان میں دھول چٹا کر پیغمبر آخر الزمان کی ان پیشگوئیوں کو پورا کیا ہے جن میں فتنے کے زمانے میں ایمان کے ''شام'' میں ہونے کی اطلاع دی گئی تھی۔